''آرائش محفل'' کی تنقید کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Criticism on *Araaish e Mehfil*

ثمینہ سیف
ڈاکٹر نسیمہ رحمٰن

Abstract

Haider Bakhsh Haideri was the famous translator in the department of Hindustani language, Fort William College. He translated the tale of Hatim Tai's seven riddles with the title "Araaish e Mehfil". Haideri was very judicious and visionary person and he opted such simple style that laid the basis of Urdu prose. This tale encompasses the signs of Hindu-Muslim culture's moral values, thought and philosophy, individualism and universalism, religion and divinity, and logic and mythos. In this article, all aspects of the critique on "Araish e Mehfil" have been discussed and worth of this masterpiece of ancient folk literature has been analyzed.

Key Words: Araish-e Mehfil, Criticism of Urdu Dastan, Haider Bakhsh Haideri

فورٹ ولیم کالج کی تاریخِ داستان نگاری میں میر امّن کے نام کے بعد حیدر بخش حیدرؔی کا نام مقبول و مشہور ہے۔''باغ و بہار'' کے ساتھ فورٹ ولیم کالج کے اسلوب کی نمائندہ داستان'' آرائش محفل'' ہے جو معروفیت اور پسندیدگی کے اعتبار سے کسی بھی طرح ''باغ و بہار'' سے کم نہیں ہے۔ میر امن کے معاصرین میں جہاں اور بہت سے مصنفین اور ادیب نظر آتے ہیں وہاں داستانی ادب کے حوالے سے حیدر بخش حیدرؔی کا شمار اُردو نثر میں سادگی و سلاست کے محسن کے طور پر ہوتا ہے انہوں نے'' آرائش محفل'' کے عنوان سے طویل داستان ۱۸۰۱ء میں فارسی سے ترجمہ کی۔'' آرائش محفل'' کے نام سے دو کتابیں فورٹ ولیم کالج میں لکھی گئیں۔ ایک حیدر بخش حیدرؔی کی جس میں انہوں نے قصہ حاتم طائی کو'' آرائش محفل'' کے نام سے لکھا جو فارسی قصے ''ہفت سیر حاتم'' کا ترجمہ ہے جبکہ دوسری کتاب تاریخی نوعیت کی ہے اور اس'' آرائش محفل'' کے مصنف میر شیر علی افسوؔس ہیں۔ حیدر بخش حیدرؔی کی '' آرائش محفل'' کا موضوع انسانیت سے محبت اور ایثار و قربانی ہے۔ حاتم طائی سات سوالات کا معمہ حل کرنے کے لیے سات مہمات سر کرتا ہے۔ ان ساتوں مہمات کا آپس میں براہِ راست کوئی تعلق نہیں سوائے اس کے ان مہمات کو انجام دینے والا حاتم طائی ایک ہے۔

جن احباب نے ''آرائش محفل'' کو مرتب کیا اور اِس پر مبسوط مقدمہ لکھا اِن میں محمد اسلم قریشی (آرائش محفل)، اطہر پرویز (قصہ حاتم طائی)، نورالحسن ہاشمی (حاتم طائی کا قصہ) اور فاروق ارگلی (آرائش محفل۔قصہ حاتم طائی) شامل ہیں۔فارسی سے ترجمہ شدہ داستان ''آرائش محفل'' میں حاتم طائی جو ملک یمن کے بادشاہ طے کا بیٹا ہے اور مبالغے کی حد تک سخی ہے۔شہزادہ منیر شامی ملک خراسان کے سوداگر کی بیٹی حسن بانو کے فراق میں صحرا بصحرا مارا پھر رہا ہے کیونکہ حسن بانو شادی کے لیے سات سوالات (شرطیں) رکھتی ہے جو کہ سات ہفت خوان سر کرنے کے برابر ہے۔منیر شامی کے بجائے حاتم طائی یہ سوالات حل کرتے ہوئے متنوع مہمات کو سر کرتا ہے۔یہ سات سوالات درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے۔
۲۔ نیکی کر دریا میں ڈال۔
۳۔ کسی سے بدی نہ کر اگر بدی کرے گا تو بد پاوے گا۔
۴۔ سچ کہنے میں ہمیشہ راحت ہے۔
۵۔ کوہ ندا کی خبر لانا۔
۶۔ اُس موتی کا جوڑا تلاش کرنا جو مرغابی کے انڈے کے برابر ہے۔
۷۔ حمام بادگرد کی خبر لانا۔

بنیادی طور پر مذکورہ سات سوالوں پر یہ داستان محیط ہے،ان سوالات کے سلسلے میں جو مہمیں حاتم طائی کو پیش آتی ہیں اُن کا ناقدانہ تجزیہ ڈاکٹر سید وقار عظیم نے کیا ہے۔''ہماری داستانیں'' میں انہوں نے ایک باب ''آرائش محفل اور حاتم طائی کی مہمیں'' کے نام سے مختص کیا ہے۔بہ اعتبار قصہ سید وقار عظیم ''آرائش محفل'' کا درجہ ''باغ و بہار'' سے اونچا رکھتے ہیں کیونکہ حاتم طائی کے قصے کو عوام کی پسندیدگی کا زیادہ شرف حاصل ہے اور دوسرا اس قصے میں دلچسپی کا عنصر شروع سے لے کر آخر تک برقرار رہتا ہے حتیٰ کہ قاری کو یہ مہمیں اتنی دلکش لگتی ہیں کہ ''ہر اگلے قدم پر ایک اور دل آویزی کا تصور اُسے آنکھ تک نہیں جھپکنے دیتا۔''(۱) سید وقار عظیم نے بہت خوبصورتی اور باریک بینی سے سات مہموں کا تجزیہ کیا اور نتیجہ اخذ کیا کہ حیدر بخش حیدری کا تخیلاتی شعور مبالغہ آمیز تصویر کشی میں کمال مہارت رکھتا ہے اور یوں گماں گذرتا ہے کہ ''واقعے کی مصوری کرنے سے پہلے داستان گو نے اُسے خوردبین سے دیکھا اور تصور کو جوں کا توں اپنی تصویر کا نقش بنا دیا۔''(۲)

سید وقار عظیم نے ہر مہم میں حاتم طائی کو درپیش مشکلات اور مصائب کا ذکر کیا۔انہیں پہلی مہم میں ''حیرت و استعجاب اور حسن و رنگینی۔''(۳) کے پہلو نظر آئے کیونکہ یہ عناصر اِس داستان کے بنیادی اجزا ہیں۔دوسری مہم میں انہیں اولاً حاتم طائی سر تا پا ایثار اور خدمت گذاری کا مجسمہ لگا ثانیاً اس مہم کی نئی بات یہ ہے کہ اصل مہم کی طرف جاتے ہوئے حاتم کی ملاقات راستے میں ایسی مخلوقات سے ہوتی ہے کہ حاتم اصلی منزل کی طرف رُخ نہیں کر پاتا۔دوسری

مہم کے ضمنی قصے جہاں حاتم طائی کی شخصیت کی عظمت بڑھاتے ہیں وہاں فن داستان گوئی میں دلکشی اور دلچسپی بڑھانے کا باعث بنتے ہیں۔اسی طرح سید وقار عظیم نے تیسری مہم میں اصل کہانی کو بہت مختصر کہا جسے یکے بعد دیگرے ضمنی قصوں کی مدد سے مصنف نے طوالت دی۔چوتھی مہم کوانہوں نے زیادہ سخت قرار دیا کیونکہ اس میں حاتم کا جادوگروں سے سابقہ پڑتا ہے۔پانچویں مہم میں اِن کے خیال میں عجائبات کے علاوہ قاری کے لیے دوسبق ہیں ایک یہ کہ دُنیا کا سارا کارخانہ طلسم حیرت ہے اورانسانی عقل یہ طلسماتی راز سمجھنے سے قاصر ہے اور دوسرا یہ کہ طلسم کو بھی اگر قدرت خدا کا کرشمہ جان لیں تو طلسم اثر نہیں کرتا۔چھٹی مہم میں جہاں حاتم اپنی ہیئت بدلنے پر قادر ہے وہاں اجنبی پرندوں سے حاتم کی ملاقات کے حوالے ملتے ہیں۔حاتم کی آخری مہم کو سید وقار عظیم نے بڑی دلکش اور دلچسپ جانا کیونکہ اس میں ایسے واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں کہ جس کو پڑھ کر قاری کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔درج بالا سات مہمات کی تنقید کے بعد اُن کا خیال ہے کہ حیدر بخش حیدریؔ کا تخیل نا قابل یقین نہیں لگتا، اِس نے کمال خوبصورتی سے مافوق الفطرت عناصر کی بدولت داستانی دُنیا کو تصور اور تخیل کا جہان نو بنایا علاوہ ازیں ان کا یہ کہنا بالکل بجا ہے:

> ''کم داستانوں میں دلچسپی اور دلآویزی کے وہ مرقعے اور بہت کم داستانوں میں پندواخلاق کے وہ خزینے پوشیدہ ہیں جتنے حاتم کی ان سات مہموں میں...... ہر چیز خیر کے سہارے پر چلتی ہے......خیر مطلق اور عمل پیہم اس عجیب وغریب داستان کے دو بڑے محرکات ہیں۔''(۴)

لہٰذا سید وقار عظیم کے مطابق اس داستان کا مطمع نظر نیکی کا درس وتعلیم ہے۔مذکورہ داستان کے حوالے سے جن کی تنقید فوراً ہماری توجہ اپنی جانب مبذول کرتی ہے وہ ڈاکٹر سہیل احمد خاں ہیں انہوں نے حاتم کی ان مہمات کو تصوف کے دائرے میں رکھ کر دیکھا ہے۔یہ سفر تربیت نفس کے مراحل کے مماثل قرار دیتے ہوئے ڈاکٹر سہیل احمد نے رمزی سطح پر اس کے نئے پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے۔ایسا نقطہ نظر کسی اور ناقد کی تنقید میں موجود نہیں۔انہوں نے تجزیاتی فکر اور منطق کی مدد سے داستان کی تنقید کو نئے مفاہیم سے روشناس کروایا ہے۔وہ داستان کے خارجی معنوں پر بحث کرنے کی بجائے اِس کے اندرونی پہلوؤں پر زور دیتے ہیں، اِن کے مطابق ''حاتم کا سفر علامتی سطح پر اپنے وجود کی پہچان کا سفر ہے۔''(۵)

نفس اور باطن کی اصلاح کے لیے تصوف میں سلوک کے سات مراحل کو سات وادیاں یا مدارج کہتے ہیں جو کہ فریدالدین عطار کی مشہور مثنوی ''منطق الطیر'' میں درج ہیں۔ڈاکٹر سہیل احمد خاں نے یہ سات مدارج علامتی سطح پر حاتم کے سفر میں تلاش کیے ہیں اور یہ مدارج بالترتیب یوں ہیں:

(۱) وادی طلب: حاتم کی مہم کے پہلے سوال ''ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے'' کی بابت اِن کا کہنا ہے کہ تمام ضمنی کہانیاں وادی طلب کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔نفس کو مارنا،موذی جانوروں سے بچنا،جنس کی خواہش پر قابو پانا،اژدھے کے پیٹ سے حاتم کا بچ نکلنا اور ریچھوں کی سلطنت کا ذکر آنا، یہ ظاہر کرتا ہے کہ حاتم نے

وجود کی منفی سطحوں کو مثبت کی طرف موڑا ہے۔

(۲) وادیِ عشق: حاتم کے دوسرے سوال ''نیکی کر دریا میں ڈال'' میں حیوانوں کی بجائے اب دیوؤں سے واسطہ ہے۔حاتم کا حلوقہ بلا کو مارنے کا عمل بڑا معنی خیز ہے،جس میں بلا آئینہ دیکھ کر فنا ہو جاتی ہے۔لہٰذا ایسے ہی ''عشق خود پرستی ہی کو تو ختم کرتا ہے۔''۶) اساطیری اور حکایات کے حوالے سے داستان میں حلوقہ بلا کی مانند ایک جانور سکندر کے عہد میں ارسطو نے اپنی فہم سے مارا اور ڈاکٹر سہیل احمد خاں کے مطابق حلوقہ کے نو منھ ہیں اور نو ایک مکمل عدد ہے یوں رمزیت کے نقطہ نظر سے ''حلوقہ کو آئینہ دکھا کر ہلاک کرنے کا قصہ بھی بنیادی طور پر ایک فلسفیانہ حکایت ہے جس کے اخلاقی مفاہیم ہیں چنانچہ یہ حکایت میر امن کی ''گنج خوبی'' جو اخلاق محسنی کا ترجمہ ہے، میں بھی موجود ہے۔''۷)

(۳) وادیِ معرفت: حاتم کی تیسری مہم ''کسی سے بدی نہ کر اگر بدی کرے گا تو بدلہ پائے گا'' میں حاتم سات سروں والے جانور کو ہلاک کر کے ملک الموت سے ملتا ہے جو کہ حاتم کو آگاہ کرتا ہے کہ ابھی اُس کی آدھی عمر باقی ہے۔یوں یہ آگاہی معرفت کی نشانی ہے۔

(۴) وادیِ استغنا: ''سچ کہنے میں ہمیشہ راحت ہے'' اس سوال کی تلاش میں درخت کے نیچے تالاب بہہ رہا ہے جبکہ اِس کی ٹہنیوں پر آدمیوں کے الٹے سر لٹک رہے ہیں جو اس بات کی نشاندہی ہے کہ ''انسان کے اعمال اور افعال کو بھی درخت کے پھل کہا جاتا ہے۔''۸) مزید برآں اس سفر میں خواجہ خضر کی غیبی مدد یہ ظاہر کرتی ہے کہ اب حاتم بلند درجے پر فائز ہو چکا ہے۔سفر کے آخر میں حاتم کو پرندوں سے رہنمائی ملتی ہے یہ پرندے ڈاکٹر سہیل احمد خاں کے بقول وجدان کی برتر منزل پر پہنچنے کی دلالت ہیں،اس امر کی دلیل میں سہیل احمد نے رینے گنیوں (Rene Guenon) کے مضمون "The Language of the Birds" میں علامتی معنویت کا حوالہ دیا ہے۔

(۵) وادیِ توحید: حاتم طائی کا ''کوہ ندا'' کا سفر بظاہر سادہ مگر پیچیدہ ہے۔ڈاکٹر سہیل احمد خاں کے خیال میں تصوف کے حوالے سے ''کوہ ندا'' فنائے اصطلاحی کا استعارہ ہے۔اس مہم میں ایک آدمی مرکز زمین میں سما جاتا ہے اور زمین کا رنگ سبز ہو جاتا ہے ایسے ہی صوفیا کے ہاں موت کی کئی قسمیں ہیں مثلاً سفید موت،سرخ موت،سبز موت اور سیاہ موت۔یوں آگے چل کر وہ مہم میں لہو کے دریا کو ''غفلت'' کی علامت اور ''زندگی'' سے مماثل قرار دیتے ہیں۔

(۶) وادیِ حیرت: حاتم کا چھٹا سفر مرغابی کے انڈے کے برابر موتی لانا ہے۔''موتی'' کو سہیل احمد خاں نے معرفت کا راز کہا ہے۔

(۷) وادیِ فقر و فنا و بقا: یہ سلوک کی آخری منزل ہے جبکہ حاتم کا ساتواں سفر ''حمام بادگرد'' کا راز جاننا ہے یہ حمام ایک طلسم ہے جبکہ اِن کے خیال کے مطابق یہ حمام نہانے والا ہے جس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے لہٰذا ''حمام بادگرد'' ''فنا'' کی منزل سے پہلے تطہیر کی رمز ہے۔''(۹) اس سفر میں طوطی کو مارنے کے لیے حاتم تین تیر مارتا ہے پہلے

دوخطا ہو جاتے ہیں جبکہ تیسرا تیر حاتم آنکھیں بند کر اللہ پر توکل رکھ کر چلاتا ہے جو کہ طوطی کو لگتا ہے اور وہ پنجرے سے گر پڑتی ہے اور یوں سارا طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔حاتم کے پہلے دو تیر خطا ہوتے ہیں یہ دو منازل فنائے افعالی اور فنائے صفاتی کی ہیں جبکہ تیسری منزل فنائے ذاتی ہے جہاں ''حاتم خود کو خدا کی رضا پر چھوڑ دیتا ہے۔صوفیا نے ''مقام فنا'' کو ''مقام رضا'' بھی کہا ہے کیونکہ آخری فتح اسی حوالے سے حاصل ہوتی ہے اس مہم کو نفسیاتی سطح پر سمجھا جائے تو یہ فردیت کے حصول کی کہانی بن جاتی ہے۔''(۱۰)

سہیل احمد خاں نے تنقید کرتے ہوئے ''آرائش محفل'' کے باطن میں جھانک کر داستان کی دُنیا کو وسعتوں کا حامل بنا دیا ہے۔اِن کی تنقید وسیع علم و مشاہدہ کا نچوڑ ہے،اس میں اُردو کے علاوہ فارسی،فرانسیسی،عربی اور انگریزی ادب کے حوالے موجود ہیں جو کہ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اِن کا علم گہرے سمندر کی مانند ہے۔ سہیل احمد خاں نے جہاں جدید علوم میں نفسیات سے بھی استفادہ کرتے ہوئے حاتم طائی کی مہمات کا جائزہ لیا ہے وہاں روحانیت و تصوف کے مراحل بھی بیان کیے ہیں۔ان مہموں پر سہیل احمد خاں نے اتنی جامع اور مفصل تنقید کی ہے کہ ''آرائش محفل'' پر اتنی عالمانہ بحث کسی اور ناقد کے ہاں نہیں ہے،انہوں نے اِس داستان کو نئی معنویت سے روشناس کروایا ہے جس میں اِن کا کوئی مقابل نہیں۔

حیدر بخش حیدریؔ کو فاروق ارگلی نے ''آرائش محفل'' کے مقدمے میں ذہین اور صاحب نظر قلم کار کہا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی تخلیقی قوت سے کام لیتے ہوئے داستان کا آزاد اُردو ترجمہ کیا ہے اسی بنا پر انہوں نے حیدر بخش حیدریؔ کو مترجم کی بجائے۔''مصنف کے درجے پر فائز کیا ہے۔''(۱۱) حیدریؔ نے قصے کو اُردو نثر کا جامہ پہناتے ہوئے بہت سی باتوں کا اضافہ کر کے اسے مزید دلچسپ اور پر لطف بنایا ہے اس بنا پر مولوی سید محمد کا خیال ہے کہ ''آرائش محفل کو اس لحاظ سے ترجمہ کہنے کی بجائے حیدری کی تالیف کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔''(۱۲) جبکہ شہناز کوثر اس حوالے سے یوں رقم طراز ہیں۔''زبان میں ترجمہ سے زیادہ تخلیق کا رنگ جھلکتا ہے۔حیدریؔ نے ہلکے پھلکے جملوں،مانوس لفظوں اور خوبصورت تشبیہات کے ذریعے قصہ دلچسپ بنایا ہے۔''(۱۳)

ڈاکٹر عابدہ بیگم کے مطابق فورٹ ولیم کالج کے دیگر مترجمین کی مانند حیدریؔ نے شستہ آزاد ترجمہ کر کے کالج کی روایت کو زندہ و جاوید کر دیا۔میر امنؔ نثر میں ہندی الفاظ بولتے ہیں جبکہ اس کے برعکس حیدریؔ نے عربی و فارسی الفاظ بکثرت کھپائے ہیں،اِن کی نثر میں لطافت بدرجہ اتم موجود ہے۔مزید یہ کہ ''انہوں نے صاف اور شستہ زبان استعمال کی ہے یہی نہیں بعض جگہوں پر وہ میر امن کے بہت قریب نظر آتے ہیں۔''(۱۴) یوں عابدہ بیگم حیدریؔ کی نثر میں سادگی اور صفائی کو میر امن کی نثر کے ہم پلہ گردانتی ہیں۔

''آرائش محفل'' کے اسلوب پر تنقید کا تجزیہ کریں تو اس ضمن میں گیان چند جین یوں لکھتے ہیں کہ:

> ''آرائش محفل کی زبان بہت سادہ اور سلیس ہے۔روزمرہ اور محاورے کا خوش گوار امتزاج ہے۔
> ابتدا سے جملوں میں قصہ پن پایا جاتا ہے طول بیانی کر کے علمی نمائش نہیں کی گئی...... بیاں دلچسپ

ہے زبان فطری ہے۔ تصنع چھوکر نہیں گیا۔محاورے کا چٹخارہ موجود ہے۔فرسودگی کا احساس جو ہوتا ہے اس کا سبب موضوع کی قدامت ہے نہ کہ بیاں کی...... فرسودگی کے باوجود عام طور پر زبان خوش گوار ہے۔''(۱۵)

یوں حیدریؔ کے اسلوب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گیان چند جین نے رعایت لفظی اور انداز بیان کی تعریف کی ہے۔ مصنف نے داستان لکھتے وقت اُردوئے معلّٰی کے ساتھ فارسی اور ہندی کی آمیزش سے اسلوب کو خوش اسلوب بنایا ہے۔ یہ داستان چونکہ فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے لہٰذا فارسی ترکیبیں حیدریؔ کے استعمال میں آنا فطری سی بات ہے۔ڈاکٹر محمد اسلم قریشی کا خیال ہے کہ یہ فارسی تراکیب قاری کو بیگانی نہیں لگتیں بلکہ:

''حیدری نے اُردوئے معلّٰی کی بول چال میں کتابی فارسی کو شائستہ انداز اس طرح سمو دیا ہے کہ دونوں یک جان ہو گئے ہیں...... یہ کام اُردو نظم میں میرتقی میرؔ نے سرانجام دیا تھا اور نثر میں حیدری نے اس کی سعی کی ہے اور کافی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔''(۱۶)

یوں ڈاکٹر محمد اسلم قریشی کا خیال ہے کہ حیدر بخش حیدریؔ نے اُردو کے مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے فارسی کے محاورے استعمال کر کے زبان میں فصاحت پیدا کی ہے۔نیز ہندی کی چاشنی سے اُردو زبان کی سلاست میں فرق نہیں پڑنے دیا۔حیدریؔ کے اسلوب کی ایک اور خوبی جو اسے فورٹ ولیم کالج کے مصنفین سے ممیّز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ''آرائش محفل'' میں شاعرانہ رنگ آمیزیاں اور رنگین عبارت آرائیاں کم ہیں،لیکن ہیں ضرور جو ''حیدری کے ''سلیس وخوب'' اور ''رنگین ومرغوب'' اسلوب کے وعدے پورے کرتی ہے۔''(۱۷) یوں ڈاکٹر محمد اسلم قریشی نے حیدریؔ کے اسلوب کو بیک وقت سادہ وسلیس اور سلیس ورنگین پایا۔علاوہ ازیں انہوں نے حیدریؔ کے اسلوب میں داخلی وخارجی دونوں پہلوؤں پر تنقید کی ہے۔انہیں حیدریؔ کا اسلوب داخلی طور پر بھرپور اور خارجی حوالے سے اپنے عہد کا بھرپور ترجمان لگا۔جبکہ ڈاکٹر آرزو چودھری نے جہاں حیدریؔ کے اسلوب میں فارسی اور ہندی آمیزش کو ''گنگا جمنی کیفیت'' (۱۸) قرار دیا وہاں انہوں نے مصنف کی عبارت میں شاعرانہ تخیل کو بھی سراہا ہے۔اطہر پرویز نے اسلوب کے حوالے سے حیدریؔ کو ان الفاظ میں داد دی ہے'' آج اس کتاب کو لکھے ڈیڑھ سو سال سے زائد ہو گئے ہیں لیکن اس میں ایسے لفظ نہیں ملتے جو متروک ہوں اور زبان سمجھنے میں دقت پیدا ہو۔''(۱۹)

حیدر بخش حیدریؔ جدّت طراز اور مستقبل شناس بھی تھا کہ جس نے ایسا سادہ اسلوب لکھا کہ جس کی بنیاد پر اُردو نثر کی عمارت کھڑی ہے۔ ناقدین نے حیدریؔ کے اسلوب کو مبالغہ اور تکلف وتصنع سے پاک قرار دیا اور موزونیت،آہنگ،تازگی وبے ساختگی کو داستان کے اسلوب کے بنیادی اجزا قرار دیا۔اسی اثنا میں ڈاکٹر عبیدہ بیگم کو ''آرائش محفل'' میں اسلوب کے حوالے سے یہ خامیاں نظر آئی ہیں۔

''سادگی اور سلاست میں گفتگو کا سا انداز نہیں ہے۔اسلوب بیاں کی روانی بھی لڑکھڑاتی ہوئی آگے بڑھتی ہے۔آرائش محفل کے جملوں میں ترنم اور آہنگ کا فقدان ہے ان کے اکثر جملے فرسودگی اور

بوسیدگی کا لبادہ اوڑھے نظر آتے ہیں جسے ہم بڑی حد تک فارسی کا اثر قرار دے سکتے ہیں۔''(۲۰)

پلاٹ کے حوالے سے سب سے معتبر تنقید گیان چند جین نے کی ہے۔ اِن کے مطابق سات مہمات کی وجہ سے پلاٹ میں وحدت عمل مفقود ہے لہٰذا پلاٹ گتھا ہوا نہیں ہے نیز'' آرائش محفل کی کہانیوں میں قصہ در قصہ سے پیچیدگی پیدا کی گئی ہے۔ قصے میں جو شاخ در شاخ نکل آتی ہے اس کا مرکزی پلاٹ سے براہِ راست کوئی تعلق ہے تو حاتم کی ذات کے رشتے سے۔''(۲۱) گیان چند کے خیال کے مطابق پلاٹ کی یہی طرز ماضی میں مقبول ومعروف رہی تھی۔ داستان کا پلاٹ قصہ در قصہ ہے کہ جس میں ضمنی کہانیاں بہت زیادہ ہیں، ان میں سے کسی ضمنی کہانی کو اگر داستان میں سے خارج کر دیا جائے تو پھر بھی داستان کے تسلسل اور ربط میں ہرگز کمی واقع نہیں ہوگی۔

یہ ضمنی کہانیاں جہاں طوالت کا باعث بنتی ہیں وہیں ان میں حاتم کی شخصیت کے مثبت پہلوؤں کو مزید اُجاگر کیا گیا ہے۔'' آرائش محفل''میں حیدر بخش حیدریؔ نے جہاں ضمنی کہانیاں شامل کیں وہاں وہ منظر کشی اور جزئیات نگاری کرتے ہوئے محتاط رہ کر اختصار پسندی کا راستہ چُنتے ہیں۔ نقشوں اور معاشرتی بزم آرائیوں کی پیش کش میں حیدریؔ کا موازنہ میر امنؔ سے ڈاکٹر اسلم قریشی نے کیا تو انہیں میر امن کے یہاں ''اختصار کے باوجود حیدری سے کہیں زیادہ اطناب ملی حیدری نے ہر جگہ مختصر نویسی سے کام لیا ہے جو اُن کی ذہنی افتاد کا لازمہ ہے۔''(۲۲)

کردار نگاری پر کی گئی تنقید کے حوالے سے تجزیہ کریں تو حاتم کے کردار پر زیادہ بحث ملتی ہے۔ حاتم جو سات مہمات کو سر کرتا ہے، اسم اعظم، خرس کی بیٹی کا مہرہ اور حضرت خضر گاہے بگاہے اس کو مصائب سے باہر نکلنے میں مدد دیتے ہیں۔ حاتم جفاکش، نیک دل اور پارسا انسان ہے جو کسی غیر کے لیے جان خطرے میں ڈال دیتا ہے، داستان میں جنس یا شہوت کے ہاتھوں کبھی شباب کو داغدار نہیں بناتا، ملکہ زریں پوش کے لیے دیوانہ تو ہوتا ہے مگر وہ پہلے منیر شامی کو اس کی محبوبہ سے وصال کروا کر خود عیش کا ارادہ رکھتا ہے۔ گیان چند جین نے اس کردار کا تضاد دکھایا ہے کہ تین موقعوں پر وہ اختلاط سے دریغ بھی نہیں کرتا ہے لہٰذا حاتم کے کردار''میں مثالیت ہے واقعیت نہیں۔''(۲۳) اس کے برعکس اسلم قریشی کا ماننا ہے کہ حاتم کے کردار میں بلندی کے باوجود کچھ کمزوریاں بھی ہیں جو یقیناً:

> ''عام انسانی سرشت اور فطرت کی خامیاں ہیں...... حاتم بھی ایک انسان ہے اُسے بھی کمزوریوں سے مفر نہیں۔ حاتم ایک مثالی سیرت کا نمونہ ہوتے ہوئے بھی ایک زندہ انسانی کردار بن کر سامنے آتا ہے اور غیر فانی شخصیت کا مالک بن جاتا ہے۔''(۲۴)

اگرچہ سید وقار عظیم نے حاتم طائی کو عقل و دانش، اخلاق وعلم، ہمت و جرات اور ایثار وقربانی کا غیر فانی پیکر اور مثالی نمونہ بتایا ہے لیکن''اس کی مثالیت اسے فرشتہ ہرگز نہیں بناتی۔''(۲۵) یوں جہاں ناقدین نے حاتم طائی کو مثالیت کا نمونہ قرار دے کر تعریف وتحسین کی وہاں سلیم سہیل کو یہ کردار عملیت کے اعلیٰ درجے پر فائز نظر آتا ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ جو معترضین داستانوں کو مجہول معاشرت کی پیداوار گردانتے ہیں اگر وہ'' آرائش محفل'' کا مطالعہ کرتے تو شاید ایسی رائے نہ دیتے درحقیقت ان کا خیال ہے کہ:

''شاید ہی عملیت پسندوں کے حافظے میں ایسا ہو جو عمل میں حاتم کا مقابلہ کر سکے۔سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ مصائب جن سے حاتم نبرد آزما ہے اس کے ذاتی نہیں بلکہ کائناتی ہیں اس خوبی سے حاتم کے کردار میں اشرف المخلوقات کی تمام خوبیاں سمٹ کر اکٹھی ہوگئی ہیں۔''(۲۶)

حیدر بخش حیدری نے حاتم کو اخلاق و کردار کی بلندی پر بٹھایا ہے اور یہ بلندی نیک نفسی اور خدا پر بھروسے کے بل بوتے پر ملی ہے۔ہمت مرداں، مدد خدا کے سہارے وہ جادوگروں، دیووں اور بلاؤں سے ٹکرا جاتا ہے اور یہ سب''حاتم کے فولادی ارادوں کے آگے روئی کے گالوں کی طرح اُڑ جاتے ہیں۔''(۲۷) ڈاکٹر سہیل احمد خاں نے حاتم کو تہذیبی تناظر میں دیکھا ہے، جس سے اس کردار کی معنویت مزید اُجاگر ہوگئی ہے۔داستان میں ہیرو کو علامتی سطح پر سمجھ کر سہیل احمد خاں نے حاتم کو مکمل ہیرو قرار دیا ہے کیونکہ اِن کے نزدیک حاتم کا سفر خود شناسی کا سفر ہے۔

''حاتم کا سفر علامتی سطح پر اپنے وجود کی پہچان کا سفر ہے۔اسلامی روایت میں کہا گیا ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔حاتم کا کردار کہیں سے بھی آیا ہو اصل بات یہ ہے کہ اسے ہماری تہذیب میں قبول کیا گیا چنانچہ اس کی رمزی سطح اس تہذیب کی باطنی سطح سے مربوط ہے۔''(۲۸)

سہیل احمد خاں نے حاتم کو خارجی سطح پر پرکھنے کی بجائے پوشیدہ نفس کے مراحل میں ڈھونڈا ہے یوں حاتم کا کردار انسانی وجود کے سفر کاملیت اور اعلیٰ مدارج کا پتہ دیتا ہے۔حاتم کے کردار کا فلسفیانہ جائزہ صرف سہیل احمد خاں کی ذہنی اپج کا خاصہ ہے۔

جہاں تک منیر شامی کے کردار کا تعلق ہے تو سہیل بخاری کے مطابق وہ ایک ایسے مجہول عاشق کی مانند ہے جسے بآسانی زگہر عشق کے ہیرو سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو''عشق بازی کا دم بھی بھرتا ہے اور سعی و تدبر سے عاجز بھی ہے۔''۲۹) شہناز کوثر نے''اُردو داستان کے منفی کردار'' میں منیر شامی کو بے عمل عاشق کہا تو حُسن بانو جو داستان کی ہیروئن ہے اس کے کردار کو منفی سوچ کا آئینہ بتایا کیونکہ''اتنے مشکل سوالات اپنے ایک چاہنے والے کے سامنے رکھنا اور تمام جوابات طلب کرنا، حسن بانو کی سرشت میں پائی جانے والی ایذا پسندی ہے۔''(۳۰)

دراصل ہندوستان میں داستانی ادب جس عہد کی پیداوار تھا وہ زوال پذیر دور تھا لہٰذا داستانوں سے ذہنی تسکین کا کام لیا گیا۔اطہر پرویز نے داستان میں تبلیغ اسلام کا یہی جذبہ کارفرما پایا۔انہوں نے بتایا کہ حاتم موحد تھا لیکن داستان میں حیدری یوں تاثر دیتا ہے کہ وہ پکا مسلمان ہے۔شاید اس دور کا تقاضا ہی یہی تھا کہ اسلام کے نعرے سے عوام کے دل و دماغ کو گرمایا جائے۔اطہر پرویز کے خیال میں ادب سے تبلیغ کا کام لیا جاتا ہے اور حیدری نے بھی لیا ہے لیکن''حیدری نے یہاں مقصد کو اوّلیت نہیں دی بلکہ اس کو کہانی کا حصہ بنا دیا۔انہیں جو قصہ ملا بذات خود ایسا تھا، جس میں یہ اقدار بالائی عمارت کی حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ وہ خود کہانی میں شامل ہیں۔''(۳۱)

حیدر بخش حیدری کو اخلاقیات کا پاس ہے وہ وضع داری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔قدیم داستانی

ادب میں جنسی معاملات اور نفسانی واقعات کا چلن عام تھا،مصنفین نے ایسے معاملات کو زبان و بیاں کے سہارے خوب اچھالا مگر ان سب کے برعکس ''حیدری دہلی کے مغل معاشرے کی شائستگی اور متانت، وضع داری اور سلیقے کو خیر باد نہیں کہتے، جہاں میر امن سمیت سب داستان گوریشہ خطمی ہو جاتے ہیں اور چٹخارے لینے لگتے ہیں۔''(۳۲) ڈاکٹر اسلم قریشی نے حیدری کی داستان میں خاص شائستگی اور سنجیدگی کا موازنہ میر امن سے کیا ہے اور حیدری کو انہوں نے ''رکھ رکھاؤ اور لیے دیے رہنے والا شخص کہا ہے۔''(۳۳)

ناقدین نے ''آرائش محفل'' کا موازنہ و مماثلت دیگر داستانوں سے بھی کیا ہے۔ جہاں تک ''آرائش محفل'' کے بعض واقعات یا ضمنی کہانیوں کا تعلق ہے تو اس حوالے سے گیان چند جین نے ان کہانیوں کی مماثلتیں دیگر داستانی ادب میں تلاش کی ہیں۔ گیان چند نے درج ذیل مماثلتیں ''اُردو کی نثری داستانیں'' میں بتائی ہیں:

۱۔ حُسن بانو کا کردار انہیں ''باغ و بہار'' کی شہزادی بصرہ کے مماثل لگا، دونوں کو جنگل میں اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے اور خزانہ ہاتھ لگتا ہے اور دونوں کی مدد کے لیے فقیر آتا ہے وغیرہ۔

۲۔ حاتم طائی کے قصے اور ''الف لیلیٰ'' میں تین مماثلتیں ہیں۔ ا۔ ''کسی سے بدی نہ کر، اگر کرے گا تو وہی پائے گا۔'' ''آرائش محفل'' میں یہ نعرہ احمد سوداگر لگاتا ہے جبکہ الف لیلیٰ میں بابا عبداللہ۔ ۲۔ بدچلن عورت کی ضمنی کہانی ''آرائش محفل'' کے چوتھے سوال میں ہے ایسے ہی واقعات الف لیلیٰ میں ملتے ہیں۔ ۳۔ حاتم طائی کو دوسرے سوال میں ایک کتا ملتا ہے جو اصل میں ایک خوبصورت جوان ہے، جو بیوی کے سحر و طلسم کی بنا پر کتا بنتا ہے۔ درست حالت میں آجانے پر وہ اپنی بیوی کو کتیا بنا دیتا ہے ایسا ہی کچھ ''الف لیلیٰ'' کی داستان میں موجود ہے۔

۳۔ حمام بادگرد کا قصہ نواب عیسوی خاں کی داستان ''قصہ مہر افروز دلبر'' میں بھی درج ہے۔

حیدر بخش حیدری نے جب قصے کو طویل کیا تو اس میں دوسری داستانوں سے کہانیاں بھی مصنف کے پیش نظر ضرور تھیں لہٰذا یہ چند مماثلتیں داستان میں آجانا ایک فطری بات ہے۔ ڈاکٹر آرزو چودھری نے ''داستان کی داستان'' میں ڈاکٹر گیان چند والی سبھی مماثلتوں کا ذکر کیا ہے نیز انہوں نے مزید دو اور مماثلتیں بھی دیگر داستانوں سے نکال کر بتائی ہیں۔ (الف) حاتم طائی کی پانچویں مہم میں نوجوان کو مردہ بیوی کے ساتھ دفن کرنے کا واقعہ ''باغ و بہار'' میں بھی موجود ہے۔ (ب) ''آرائش محفل'' میں حاتم ہزار ہا من لکڑیوں کی آگ میں مہرہ کی وجہ سے محفوظ رہتا ہے، ایسے ہی ''گل صنوبر'' میں ہیرو جسم پر روغن مل کر سات دن آگ سے محفوظ رہتا ہے۔

علاوہ ازیں ''آرائش محفل'' پر مماثلت و موازنہ کے حوالے سے ناقدین نے تنقید کر کے داستان کا رتبہ دیگر اُردو کی داستانوں کے مقابلے میں بعض حوالوں سے بڑھایا اور بعض حوالوں سے گھٹایا بھی ہے۔ اس حوالے سے کلیم الدین احمد نے ''اُردو زبان اور فن داستان گوئی'' میں آرائش محفل کا مقابلہ ''باغ و بہار'' اور ''فسانہ عجائب'' سے

کیا ہے۔انہوں نے تینوں داستانوں کی ساخت، داخلی اور خارجی عناصر سبھی کو اپنی تنقید کا حصہ بنایا ہے۔زبان اور انشاء پردازی کے حوالے سے وہ ''آرائش محفل'' کو ''باغ و بہار'' سے کم تر درجے پر رکھتے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ ''باغ و بہار'' میں زبان کی سادگی،صفائی،سلاست اور روانی ہے نیز زبان بدنمائی اور بھدّے پن سے پاک ہے لیکن اِس کے برعکس ''یہ نقائص ''آرائش محفل'' میں جابجا ملتے ہیں۔''باغ و بہار'' میں وہ حسن اور بزرگی ہے جو''آرائش محفل'' میں نہیں۔'' (۳۴) جبکہ اِن کے خیال میں کردار نگاری کے حوالے سے''آرائش محفل''، ''باغ و بہار'' اور ''فسانہ عجائب'' سے بلندتر ہے۔حاتم کی شخصیت کو کلیم الدین احمد نے آئیڈیل کہا کیونکہ اس میں انسانی خصوصیات اپنے کمال درجے پر ہیں اور:

> ''اس لحاظ سے جان عالم سے بہت بلند مرتبہ ہے۔''باغ و بہار'' میں بھی کوئی شخصیت اس پایہ کی نہیں ملتی۔حاتم کی شخصیت کے بلند تصور کی وجہ سے بلند اخلاق ''آرائش محفل'' کا لازمی جزو بن گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ''فسانہ عجائب''اور''باغ و بہار'' دونوں سے زیادہ لائق ستائش ہے۔''(۳۵)

اُردو داستانی ادب کے علاوہ کلیم الدین احمد نے حاتم طائی کے کردار کا موازنہ عالمی ادب میں یونانی ہیرو ہرکولیز سے کیا ہے۔حاتم طائی بھی ہرکولیز کی طرح سات مشقتیں پوری کرتا ہے فرق یہ ہے کہ ہرکولیز کسی کے حکم کے تحت یہ کرتا ہے جبکہ حاتم کسی کی مدد کے لیے کرتا ہے، دوسرا ان کے مابین فرق یہ ہے کہ ہرکولیز طاقت کے لحاظ سے انسان نہیں دیوتا ہے جبکہ حاتم دیوتاؤں کی طرح طاقتور نہیں لیکن اس کے دل میں انسانیت سے محبت ہے۔

حیدر بخش حیدری نے داستان میں اپنی تہذیب و معاشرت کی جابجا جھلکیاں دکھائی ہیں۔معاشرت کے حوالے سے عفت زریں نے''فورٹ ولیم کالج کی نثری داستانیں (ایک تہذیبی مطالعہ)'' میں اُس عہد کی رسومات، مذہب، روایات، اقدار، اخلاقیات اور معیارات کو جانچ کر عوام وخواص کی زندگی کے امور انتظامات کا گہرائی اور باریک بینی سے مشاہدہ کر کے تجزیہ کیا ہے۔داستان میں سات سوالات کا حل تو حاتم کرتا ہے مگر حاتم کے شانہ بشانہ معاشرتی وتہذیبی اقدار کے خدوخال کو عفت زریں نے اُجاگر کیا ہے اور داستان میں اُن عناصر کی نشاندہی کی ہے جن سے ہماری تہذیب اور معاشرہ تکمیل پاتے ہیں۔بلاشبہ تمام داستانیں اپنے عہد کی ترجمان رہی ہیں اور یہی فرض ''آرائش محفل'' کے مصنف نے بھی نبھایا ہے۔ یہ داستان صالح معاشرے کے آثار اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، عفت زریں کے خیال میں اس حوالے سے''باغ و بہار اس کا مقابلہ نہیں کرتی۔''(۳۶) معاشرتی اقدار کے حوالے سے اسلم قریشی نے بھی''آرائش محفل'' کو''باغ و بہار'' سے بہتر پایا، لیکن اس کے برعکس سید وقار عظیم نے''آرائش محفل'' میں معاشرتی اور تہذیبی شعور کی''باغ و بہار'' کی نسبت کمی محسوس کی جبکہ ایک لحاظ سے انہیں یہ''باغ و بہار'' سے بہتر لگی اور وہ یہ ہے کہ''اس میں کہانی پن کی کمی نہیں اور نہ اس میں کسی جگہ اُس ذہنی تھکن کے آثار ہیں جو باغ و بہار کا مطالعہ کرنے والے کو اس کے اجزا میں محسوس ہوتی ہے۔آرائش محفل داستان سرائی اور قصہ گوئی کی سادہ اور بےلوث روایت کی صحیح ترجمان ہے۔'' (۳۷) کچھ اس سے ملتی جلتی بات شہناز کوثر اس انداز سے لکھتی ہیں اگرچہ

''آرائش محفل'' زبان و بیاں اور سلاست کے لحاظ سے ''باغ و بہار'' سا درجہ نہیں رکھتی لیکن ''قصہ کی رنگینی اور دلچسپی اُسے ''باغ و بہار'' کے قریب کر دیتی ہے۔'' (۳۸) یوں تمام ناقدین اِس خیال کے داعی ہیں کہ فورٹ ولیم کالج کی داستانوں میں ''باغ و بہار'' کی ٹکر اور مقابلے کی سکت اگر کسی داستان میں ہے تو وہ صرف ''آرائش محفل'' ہی ہے۔

مجموعی طور پر اگر ''آرائش محفل'' پر کی گئی تنقید کا تجزیہ کریں تو ڈاکٹر اسلم قریشی اور اطہر پرویز کے مقدمے تمام تر تفصیلات سے بھرے ہیں۔ داستان کے فنی لوازمات پر دونوں حضرات بھرپور انداز میں تنقید کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر اسلم قریشی حاتم کے کردار کی نفسی ساخت اور ثقافتی شخصیت پر توجہ دیتے ہیں، روحانیت اور مادیت دونوں فلسفہ ہائے زندگی کو داستان میں تلاش کرتے ہوئے جہاں وہ حاتم طائی کے کردار کو اعلیٰ و ارفع درجے پر بٹھاتے ہیں وہاں اس میں بطور مادی انسان موجود خامیوں اور کوتاہیوں کا بھی ذکر کرنا نہیں بھولتے۔ فاروق ارگلی نے داستان مرتب کرتے ہوئے تنقید میں کچھ اضافہ نہیں کیا بلکہ ان کا مقدمہ زیادہ مضحکہ خیز لگتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے مقدمے میں پانچ صفحات تو ڈاکٹر اسلم قریشی کے مقدمے کے بطور اقتباس ڈالا ہے لہٰذا یہ مقدمہ فاروق ارگلی کا کم اور اسلم قریشی کا تحریر کردہ زیادہ لگتا ہے۔ فورٹ ولیم کالج کی منظّم سیاسی و ادبی مساعی میں گیان چند جین، ڈاکٹر عبیدہ بیگم، ڈاکٹر اسلم قریشی، اطہر پرویز، فاروق ارگلی، شہناز کوثر اور عابدہ بیگم نے جہاں حیدر بخش حیدریؔ کے اسلوب میں پنپنے والی نثر میں مستقبل کے امکانات کو واضح کیا وہاں فن ترجمہ نگاری کے اصولوں کو بھی پرکھ کر ادب و انشاء کی شرائط کو ملحوظ خاطر رکھا۔

حاتم طائی کے قصے کو کھول کر بیان کرنے کا صحیح حق سید وقار عظیم نے ادا کیا ہے۔ انہوں نے قصے کی تمام ضمنی کہانیوں اور واقعات کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا ہے۔ اِن میں استعاراتی اور علامتی معنوں کو سلجھایا اور تخیل کے قدم بہ قدم علمی، عملی اور سائنٹفک اصولوں پر مبنی تنقید کو رواج دے کر منظر نگاری، جذبات کشی اور واقعہ نگاری جیسی خصوصیات کو اپنی تنقید کا حصّہ بنایا۔ حاتم کی مہموں پر ان کا تجزیاتی مطالعہ اور تنقیدی رائے فطری اور صداقت کے معیار پر پوری اترتی ہے۔ ڈاکٹر سہیل احمد خاں کی تنقید میں روحانیت اور جدیدیت کے نظریات بیک وقت موجود ہیں انہوں نے جہاں داستان میں فلسفے کی گتھیاں سلجھائی ہیں وہاں نفسیات کے رازوں پر پڑے پردے بھی اُٹھانے کی سعی کی ہے۔ ڈاکٹر سہیل احمد خاں نے ''آرائش محفل'' میں تخیل سے مزین و منقش سات مہمات میں طلسمات وسحر کی گتھیاں سلجھا کر حیدر بخش حیدریؔ کے تخیلی بلند پروازیوں اور تصور کی ندرت آفرینیوں کی تحسین کی۔ ان کی تنقید میں فلسفہ، سائنس، منطق اور اساطیری حوالوں کے بل بوتے پر حاتم طائی کی مہمات کو مشرقی روایات کے تناظر میں دیکھنے کی کامیاب کوشش موجود ہے۔ وہ داستان کو صرف ایک کہانی نہیں سمجھتے بلکہ اس کے اندر پوشیدہ شعور و لاشعور کے رموز و معانی جاننے کی کھوج میں سرگرداں نظر آتے ہیں، یوں وہ حاتم طائی کی انسانی ذات کو کائنات تک پھیلا دیتے ہیں۔ اُردو داستانی ادب کی تنقید میں انہوں نے وسعت مطالعہ و مشاہدہ سے اپنے آپ کو منوایا ہے، ''آرائش محفل'' کے حوالے سے ان کی تنقید میں مختلف تہذیبوں سے آگاہی کا شعور ملتا ہے۔ سید وقار عظیم اور ڈاکٹر سہیل احمد خاں کردار

نگاری کے حوالے سے جہاں حاتم کے کردار کی آ گہی کی تلاش میں داخلی و خارجی دونوں سطحوں پر مطالعہ نفس میں سرگرداں دکھائی دیتے ہیں وہاں سہیل بخاری اور شہناز کوثر نے منیر شامی اور منفی کرداروں کی اخلاقی قدروں کا تجزیہ کیا ہے۔''آرائش محفل'' کی تنقید میں جہاں اسلوب، پلاٹ، قصہ پن، کردار نگاری اور دیگر ادبی و فنی اصولوں کو بروئے کار لایا گیا وہاں عفت زریں نے سیاست و سماج، اخلاق و کردار، وہم و فہم، فکر و فلسفہ، مذہب و مابعد الطبیعات، صنعت و حرفت اور معاش و اقتصادیات کے اداروں کی تشریح و تفہیم تہذیبی حوالوں سے بخوبی کی ہے۔

گیان چند جین نے داستان کے فنی و ادبی پہلوؤں پر کارآمد اور مفید تنقید کی ہے۔گیان چند جین، کلیم الدین احمد اور آرزو چودھری نے ''آرائش محفل'' کے پلاٹ پر جامع تنقید کی اور دیگر داستانی ادب سے تقابلی جائزہ لے کر مماثل و مشترک عناصر کی نشاندہی بھی کی جس سے انہوں نے اوّل تو اُردو داستانی ادب کے اِس قدیم سرمائے کو احساس کمتری سے نجات دلوائی، دوم اِس داستان کو وسعتوں سے ہم کنار کیا۔

حواشی:

۱۔ وقار عظیم، سید، ہماری داستانیں (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۲۳۸۔

۲۔ ایضاً، ص ۲۴۵۔

۳۔ ایضاً، ص ۲۵۳۔

۴۔ ایضاً، ص ۲۷۸۔

۵۔ سہیل احمد، داستانوں کی علامتی کائنات (لاہور: کلیہ اسلامیہ و شرقیہ پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء)، ص ۲۰۔

۶۔ ایضاً، ص ۲۹۔

۷۔ ایضاً، ص ۴۰۔

۸۔ ایضاً، ص ۳۰۔

۹۔ ایضاً، ص ۳۵۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۶۔

۱۱۔ حیدر بخش حیدریؔ، آرائش محفل، مرتب: فاروق ارگلی (لاہور: موٹروے پریس، ۲۰۰۶ء)، ص ۷۔

۱۲۔ سید محمد، مولوی، ارباب نثر اُردو (لاہور: مکتبہ معین الادب، دوسرا ایڈیشن، ۱۹۵۰ء)، ص ۷۶۔

۱۳۔ شہناز کوثر، اُردو داستانوں کے منفی کردار: آغاز تا ۱۸۱۰ء (لاہور: مجلس ترقی ادب، اشاعت اوّل، ۲۰۱۲ء)، ص ۱۴۴۔

۱۴۔ عابدہ بیگم، اُردو نثر کا ارتقاء۔ ۱۸۰۰ء سے ۱۸۵۷ء تک (نئی دہلی: ثمر آفسٹ پریس دریا گنج، بار اوّل،

۱۹۸۸ء)،ص۱۴۴۔

۱۵۔ گیان چندجین،اُردو کی نثری داستانیں (کراچی:انجمن ترقی اُردو پاکستان،اشاعت سوم،۲۰۱۴ء)،ص۳۰۳۔ ۳۰۴۔

۱۶۔ حیدربخش حیدریؔ دہلوی، آرائش محفل،مرتب:محمد اسلم قریشی (لاہور:مجلس ترقی ادب،طباعت دوم،۲۰۰۹ء)،ص۸

۱۷۔ ایضاً،ص۱۱۔

۱۸۔ آرزو چودھری،داستان کی داستان (لاہور:عظیم اکیڈمی،باراوّل،۱۹۸۸ء)،ص۲۱۹۔

۱۹۔ حیدربخش متخلص حیدری،سید،قصہ حاتم طائی موسوم بہ آرائش محفل،تصحیح وترتیب:اطہر پرویز(نئی دلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،فروری۱۹۷۲ء)،ص۱۳۔

۲۰۔ عبیدہ بیگم،فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات (الٰہ آباد:فائن آفسٹ ورکس،اشاعت اوّل،۱۹۸۳ء)، ص۲۹۹۔

۲۱۔ گیان چندجین،اُردو کی نثری داستانیں،ص۲۹۹۔

۲۲۔ حیدربخش حیدریؔ دہلوی، آرائش محفل،مرتب:محمد اسلم قریشی،ص۱۴۔

۲۳۔ گیان چندجین،اُردو کی نثری داستانیں،ص۳۰۲۔

۲۴۔ حیدربخش حیدریؔ دہلوی، آرائش محفل،مرتب:محمد اسلم قریشی،ص۲۰-۲۱۔

۲۵۔ وقار عظیم،سید،ہماری داستانیں،ص۲۷۶۔

۲۶۔ سلیم سہیل،اُردو داستان میں تخیل اور تحیّر(لاہور:آرآر پرنٹرز،۲۰۱۷ء)،ص۱۰۶۔

۲۷۔ حیدربخش حیدریؔ،حاتم طائی کا قصہ،مرتب:ہاشمی نورالحسن (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،اشاعت اوّل،۲۰۰۰ء)، ص۸۔

۲۸۔ سہیل احمد،داستانوں کی علامتی کائنات،ص۲۰-۲۱۔

۲۹۔ سہیل بخاری،اُردو داستان ۔ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۷ء)،ص۱۱۲۔

۳۰۔ شہناز کوثر،اُردو داستانوں کے منفی کردار (آغاز تا ۱۸۱۰ء)،ص۱۵۳۔

۳۱۔ حیدربخش متخلص حیدری،سید،قصہ حاتم طائی موسوم بہ آرائش محفل،تصحیح وترتیب:اطہر پرویز،ص۱۸۔

۳۲۔ حیدربخش حیدریؔ دہلوی، آرائش محفل،مرتب:محمد اسلم قریشی،ص۱۵۔

۳۳۔ ایضاً،ص۱۴۔

۳۴۔ کلیم الدین احمد،اُردو زبان اور فن داستان گوئی،ص۱۹۹۔

۳۵۔ ایضاً،ص۲۱۷۔

۳۶۔ عفت زریں،فورٹ ولیم کالج کی نثری داستانیں :ایک تہذیبی مطالعہ (دہلی:کاک آفسٹ

پرنٹرس، ۲۰۰۵ء)،ص ۴۸۔

۳۷۔　وقار عظیم،سید،فورٹ ولیم کالج: تحریک اور تاریخ (لاہور:الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء)،ص۷۷۔

۳۸۔　شہناز کوثر،اُردو داستانوں کے منفی کردار: آغاز تا ۱۸۱۰ء،ص۱۳۶۔

مآخذ

آرزو چودھری۔داستان کی داستان۔لاہور:عظیم اکیڈمی، ۱۹۸۸ء۔

حیدر بخش حیدری دہلوی۔آرائش محفل،مرتب:محمد اسلم قریشی۔لاہور:مجلس ترقی ادب،طباعت دوم، ۲۰۰۹ء۔

حیدر بخش حیدری،آرائش محفل،مرتب:فاروق ارگلی۔لاہور:موٹروے پریس، ۲۰۰۶ء۔

حیدر بخش حیدری۔حاتم طائی کا قصہ،مرتبہ ہاشمی نورالحسن۔نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۲۰۰۰ء۔

حیدر بخش متخلص حیدری،سید۔قصہ حاتم طائی موسوم بہ آرائش محفل۔تصحیح وترتیب:اطہر پرویز۔نئی دلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۷۲ء۔

سلیم سہیل۔اُردو داستان میں تخیل اور تحیّر۔لاہور: آرآر پرنٹرز، ۲۰۱۷ء۔

سہیل احمد۔داستانوں کی علامتی کائنات۔لاہور: کلیہ اسلامیہ وشرقیہ پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء۔

سہیل بخاری۔ اُردو داستان : تحقیقی و تنقیدی مطالعہ۔اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء۔

سید محمد،مولوی۔ارباب نثر اُردو۔لاہور: مکتبہ معین الادب،دوسرا ایڈیشن، ۱۹۵۰ء۔

شہناز کوثر۔اُردو داستانوں کے منفی کردار :آغاز تا ۱۸۱۰ء۔لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۲ء۔

عابدہ بیگم۔اُردو نثر کا ارتقاء : ۱۸۰۰ء سے ۱۸۵۷ء تک۔نئی دہلی: ثمر آفسٹ پریس، ۱۹۸۸ء۔

عبیدہ بیگم۔ فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات۔الہ آباد: فائن آفسٹ ورکس، ۱۹۸۳ء۔

عفت زریں۔فورٹ ولیم کالج کی نثری داستانیں :ایک تہذیبی مطالعہ۔ دہلی: کاک آفسٹ پرنٹرس، ۲۰۰۵ء۔

گیان چند جین۔اُردو کی نثری داستانیں۔کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان،اشاعت سوم، ۲۰۱۴ء۔

وقار عظیم،سید۔فورٹ ولیم کالج: تحریک اور تاریخ۔لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء۔

وقار عظیم،سید۔ہماری داستانیں ۔لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء۔